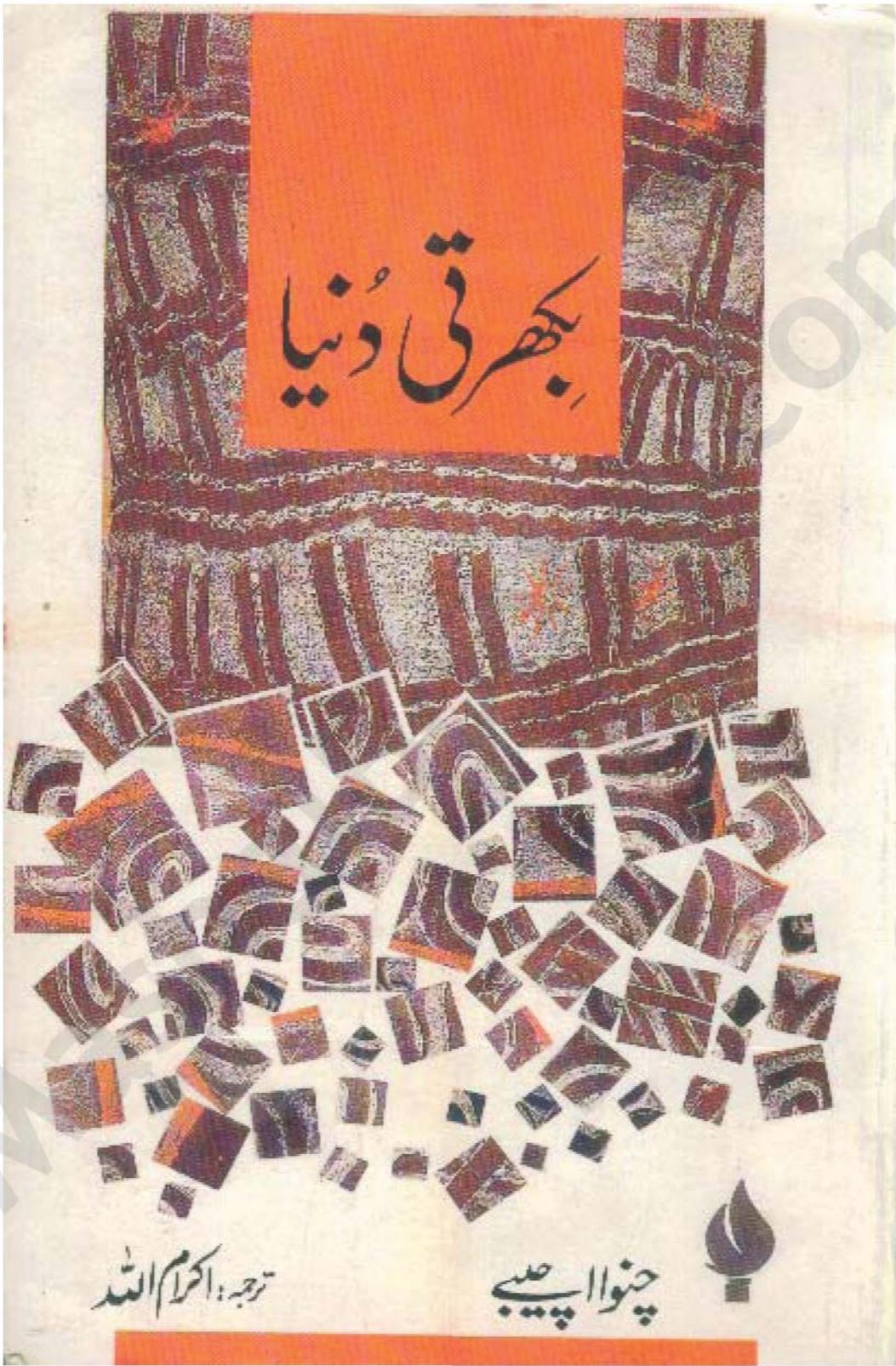


بھر تی دنیا



چنواچھے
بکھرتی دُنیا

ترجمہ: اکرام اللہ

خاکے: اوپے اوکیلے

مشعل

آر-پی 5، سینڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

C.Achebe:Things Fallapart
Copyringh (English)C

Chinua Achebe1958
Urdutranslation: Ikramullah
Cover: Humaira Mahmood

چنو اچے: بکھرتی دُنیا
جملہ حقوق انگریزی

C چنو اچے
اُردو ترجمہ:
ناٹل ڈیزائی: حمیرہ محمود

دیباچہ

اب سے پہلے افریقہ تاریک براعظم کہلاتا تھا۔ کچھ وہ تاریک تھا، کچھ ہم اس کے بارے میں اندر ہیرے میں تھے۔ مگر اب شاید وہ اتنا تاریک نہیں رہا ہے۔ اندر ہیرا خاصا چھٹ چکا ہے۔ یہ دوسری عالمی جنگ کے بعد کے حالات کا کرشمہ ہے۔ ان حالات نے ایشیا اور افریقہ کے ملکوں میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ یہ ملک ایک ایک کر کے آزاد ہوتے چلے گئے۔ آزاد ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے ظاہر ہونا شروع کیا اور نجومی نے تو نہیں اس طرح دبایا تھا کہ گمنامی ان کا مقدور بنی ہوئی تھی۔ اب یہ قومیں اپنے آپ کو آشکار کر رہی تھیں۔ ان کے نام اور کام اب سامنے آ رہے تھے۔ اسی عمل میں ان کا ادب بھی سامنے آنا شروع ہوا، ورنہ پہلے تو بس مغرب کا ادب ہی ہم تک پہنچا تھا۔ مغرب کا رو یہ بھی اب بدلتا گیا تھا۔ پہلے تو وہ غیر مغربی ممالک کے ادب کو توجہ کے قابل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ محققین اور مشرقین قدیم ادوبیات ادبیات پر تو ضرور دار تحقیق دیتے رہتے تھے، مگر عصری ادب کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ اب انہوں نے مشرقی کے عصری ادب کو بھی نوازنا شروع کر دیا ہے۔

ویسے یہ نوازش ایشیائی ممالک سے زیادہ شاید افریقی ممالک کے ادب پر ہوئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ چونکہ یہ تاریک براعظم تھا اس لئے اس کے بارے میں ان کے بیہاں بحث زیادہ تھا۔ مگر ایک وجہ اور بھی تھی۔ ایشیاء ادب اور مغرب کے درمیان زبان کی دیوار حائل تھی، اور اب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایشیا کے اکثر ممالک میں ادب ان کی اپنی زبانوں میں پروان چڑھ رہا ہے۔ جس ملک کے ادب کو جس حد تک ترجمہ کی سہولت میسر آ جاتی ہے اس حد تک وہ مغرب تک اور خود مشرق کے مختلف ممالک تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ افریقی ادب اور مغرب کے درمیان زبان کی دیوار حائل نہیں ہے۔ ان میں سے جو ملک جس مغربی قوم کے تسلط میں رہا ہے وہاں کی زبان کو اس کے بیہاں اتنا رسوخ حاصل ہو گیا کہ ادبی اظہار بھی وہاں بالعموم اسی زبان میں ہوا ہے۔ افریقہ کے کتنے ملکوں میں فرانسیسی کا چلن ہے، کتنے ملکوں میں انگریزی کا چلن ہے۔ ناجیر یا کی مثال لے لیجئے۔ زیر بحث ناول Things Fall Apart کا تعلق اسی ملک سے ہے اور اس کا مصنف چنوا اچھے ناجیر یا کا ممتاز ترین ناول نگار ہے۔ یہ ملک ایک زمانے تک بريطانیہ کے تسلط میں رہا ہے اور انگریزی کا چلن وہاں اس قدر ہے کہ ادبی اظہار کی

زبان بھی بھی ہے۔ بلکہ اچھے نے اب سے پہلے 1964ء میں بڑے دھڑ لے سے یا اعلان کیا تھا کہ ”ناجیر یا اور اس کے ساتھ افریقہ کے کتنے دوسرے ممالک میں قومی ادب کی زبان اس وقت انگریزی ہے اور آئندہ بھی بھی رہے گی۔“

ہمارے حساب سے یہ بیان ایک غلامانہ ذہنیت کا ترجمان ہے۔ مگر ناجیر یا کی لسانی صورت حال کے حساب سے دیکھئے تو اس کا ایک جواز نکلتا ہے۔ برطانیہ کا راج تو اس بر صغیر میں ضرور رہا ہے اور سو یہاں کے ملکوں میں انگریزی کا اچھا خاصاً چلن بھی ہے، مگر یہاں کئی ایک زبانیں نمائندہ حیثیت کے مالک تھیں اور ان کی اپنی ادبی روایت بھی بہت مشتمل تھی۔ سو ملکوں کے زمانے میں بھی یہاں ادبی اظہار کی زبان انگریزی نہیں بن پائی۔ آج بھی ہندوستان، پاکستان، بُنگلہ دلیش تینوں ملکوں میں ادبی اظہار اپنی اپنی زبانوں میں ہو رہا ہے۔ انگریزی میں جو لکھا جا رہا ہے اس کی حیثیت ضمنی اور ثانوی ہے۔ ناجیر یا کی صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس ملک میں کم و بیش ڈھائی سو زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور کوئی زبان ایسی نہیں ہے جو اپنے قبیلے سے باہر کچھی جاتی ہو۔ سو گھروں تک میں یہ صورت ہے کہ اگر دو قبیلوں کے درمیان شادی بیاہ کا رشتہ قائم ہو تو پھر ان کے لئے مشترک زبان انگریزی ہی ہوتی ہے۔ اس صورت حال نے انگریزی کو اس ملک میں نفوذ کرنے کا پورا موقع فراہم کیا۔ قومی زندگی کے ہر شعبہ میں انگریزی کا استعمال ناگزیر ہوا۔ رفتہ رفتہ وہ ادبی اظہار کی زبان بھی بن گئی۔ دیکی زبانوں میں لکھنے جانے والے ادب کا درآہ تو قبیلہ تک محدود رہتا ہے۔ ایسا ادب جو پورے ناجیر یا میں رسوخ حاصل کر سکے انگریزی ہی میں ہو سکتا ہے۔ یعنی انگریزی یہاں عام خلقت کی زبان ٹھیک نہ ہو، مگر اس کا درآہ اثر اتنا وسیع ہے کہ پواملک اس کی گرفت میں ہے۔ سو جادبی نگارشات اس زبان میں ہوں گی وہ پورے ناجیر یا کی نمائندہ ٹھہریں گی۔

افریقی ادیبوں کو انگریزی میں لکھنے سے ایک فائدہ یقیناً ہوا۔ وہ یہ کہ انہیں اپنے ملک سے باہر قارئین کی ایک بڑی براذری میسر آگئی۔ انگریزی میں لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ لکھنے والے کی کتاب انگلستان اور امریکہ کے علاوہ مشرق کے ان ممالک میں بھی پہنچنے کی جہاں انگریزی پڑھی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس واقعہ کا اثر افریقی لکھنے والوں کی تحریروں پر بھی پڑا ہے۔ وہ اس طرح کہ وہ لکھتے ہوئے یہ بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ ان کے مغربی قارئین ان سے کیا توقع رکھتے ہیں کہ ایک کوشش یہ نظر آتی ہے کہ افریقی زندگی کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی جائیں۔

اس لئے کہ انہیں پتھر ہے کہ مغرب والوں کے یہاں افریقی زندگی کے متعلق تجسس بہت ہے۔ سو ان ناولوں میں لکھنے والا اپنے یہاں کی تہذیب کے متعلق وہ تفصیلات بھی قلمبند کرتا نظر آتا ہے جن میں شاید ملکی قارئین کو زیادہ دلچسپی نہ ہو۔

مگر اچھے نے اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ افریقی ادیب کو اسکی ضرورت نہیں ہے کہ وہ مغربی قارئین کا لحاظ کر کے اپنی تحریر لکھے۔ کہتا ہے کہ ”کم از کم میں یہ نہیں کرتا۔“ کیوں نہیں کرتا، اس کا استدلال اس طرح کیا ہے کہ اس کے ناول انگریزی میں ہونے کے باوجود خود اس کے ملک میں زیادہ فروخت ہوتے ہیں۔ Things Fall Apart کی اشاعت کے بعد کے ایک سال کا حساب اس نے یہ بتایا کہ اس ناول کے صرف آٹھ سو نئے برطانیہ میں فروخت ہوئے۔ دنیا کے باقی علاقوں میں 2500 کی تعداد میں اس کی نکاسی ہوئی جبکہ خود ناٹھیریا میں وہ بیس ہزار کی تعداد میں نکلی۔ اچھے کہتا ہے کہ اس کے باقی ناول بھی اسی تناسب سے کہتے ہیں، یعنی مغرب کے ملکوں میں کم، اپنے ملک میں زیادہ۔ پھر اسے کیا پڑی ہے کہ وہ ناول لکھتے ہوئے مغربی قارئین کی ذہنی ضرورتوں کا خیال رکھے۔ ہاں خود اپنے ملک کے قارئین کی ذہنی ضرورتوں کو ملحوظ رکھنے میں وہ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔ اس نے بتایا ہے کہ اس کے قارئین میں نوجوان زیادہ ہیں، سکول اور کالج کے طالب علم یا وہ نوجوان جنہوں نے تازہ تازہ تعلیم سے فراغت حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں، اس کی وضاحت کرتے ہوئے اس نے اپنی ایک نو خیز قاری کا خط نقل کیا ہے Things Fall Apart کو پڑھنے کے بعد اس نو خیز قاری نے اچھے کو لکھا کہ ”آپ کے ناول ہم نوجوانوں کے لیے بہت نصیحت آموز ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسی ڈھب کی کتنا بیس زیادہ سے زیادہ تعداد میں لکھتے رہیں گے۔“

یہاں سے ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اچھے مقصدی ادب کا قائل ہے۔ لیکن اس کے نقطہ نظر کو سمجھنے سے پہلے ہمیں سرسری طور پر یہ جاننا چاہیے کہ وہ کون ہے، کیا کرتا ہے، کیا لکھتا ہے اور کتنا کچھ لکھ جکا ہے۔

اچھے ناٹھیریا کا رہنے والا ہے۔ اموہیا کے گورنمنٹ کالج اور ابادان کے یونیورسٹی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ناٹھیری یونیورسٹی اور میسوسچوٹس یونیورسٹی میں پروفیسر رہ چکا ہے۔ لیگوس میں ایکسٹریل براؤ کاسٹنگ میں بھی ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ سٹرنگ یونیورسٹی، ساونڈمیٹن یونیورسٹی اور کینٹ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس کا سب سے مقبول ناول

Things Fall Apart ہے جو 1897ء میں چھپا تھا اور جواب تک بیس لاکھ کی تعداد میں فروخت ہو چکا ہے۔ اور تیس زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ باقی اور نازل بھی لکھے ہیں۔ کہانیاں ان پر مستعار نظریں بھی لکھی ہیں۔ متعدد ادی اعماقل پکے ہیں۔

کوہم اس وقت بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جب ہم اچھے کے ادبی نقطہ نظر کو سمجھ لیں۔ اس نے اپنے ادبی نقطہ نظر کیوضاحت کرتے ہوئے ایک طالب علم کا ذکر کیا ہے جسے اس کی استانی نے موسم پر مضمون لکھنے کی ہدایت کی۔ مضمون دیکھ کر استانی نے کہا کہ تم نے اپنے یہاں کے موسم کا ذکر کرنے کی وجہے انگلستان کے موسم کا ذکر کس خوشی میں کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اپنے یہاں کے موسم کا ذکر کرتا تو کلاس کے لڑکے مجھ پر ہنستے۔ اچھے کہتا ہے کہ ”ادیب کی حیثیت سے یہ میرے فرانچ میں شامل ہے کہ میں اس لڑکے کو بتاؤں کہ افریقہ کے موسم میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اور یہ کہ ناریل کا پیر بھی شاعری کا موضوع بن سکتا ہے۔“

گھانا کے پروفیسر ولیم ابراہام نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر افریقی مورخ افریقہ کی تاریخ کھنگال رہے ہیں اور افریقی ماہرین سیاست پر غور فکر کر رہے ہیں تو پھر افریقی ادیبوں کو اس فرانچ کی بجا آواری سے مستثنی کیوں قرار دیا جائے جو خود ان کی دانست میں جائز اور محسن ہیں۔ اس کا جواب اچھے نے یہ دیا کہ میں ان فرانچ سے اپنے آپ کو مستثنی نہیں جانتا۔ ”جو میں لکھتا ہوں وہ افادی آرٹ ہے، خالص آرٹ نہیں۔ آرٹ کی بیشک، بہت اہمیت ہے۔ مگر جس قسم کی تعلیم کا تصور میرے ذہن میں بسا ہوا ہے وہ بھی کم اہم نہیں۔“

یہ ہے وہ نقطہ نظر جو اچھے کے فکشن کی نجح کا تعین کرتا ہے اور جس میں مقصد کو فن پر فوقیت حاصل ہے۔ ناول لکھنے کا مقدمہ اس کے یہاں یہ ہے کہ افریقہ کے لوگوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے، سالہا سال کی ذلت و رسومی سے جوان کے یہاں احساس مکمل پیدا ہو گیا ہے۔ اسے دور کیا جائے، اور یہ جو تصور ہے کہ افریقیت کے لوگ وحشت اور بربریت کی تاریکی میں بھنسنے ہوئے تھے جس سے انہیں اہل مغرب نے آکر انکا لاس کی تردید کی جائے۔ بقول خود اگر اس کے ناولوں سے یہ مقصد پورا ہو جائے تو یہ اس کے اطمینان کے لیے بہت کافی ہے۔ پھر اس کی بلاسے کہ اس کے ناولوں میں اور کوئی خوبی ہے یا نہیں ہے۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ خود اس کے افریقیتی قارئین کے حلقوں میں بھی انہیں ناولوں کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے جو اس مقصد کے ساتھ فنی تقاضوں کو بھی پورا کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر اس کے ان ناولوں کو جو اردو میں ترجمہ ہو کر ہمارے

سامنے آئے ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ ایک ناول تو وہ ہے جو عوام کا نمائندہ کے عنوان سے ترجمہ ہو کر ہمارے سامنے آیا۔ اس ناول میں ایک نواز اد افریقی ملک کا نقش پیش کیا گیا ہے کہ وہاں سیاسی زندگی کا نگ کیا ہے، ناہل بد کردار بے ایمان لوگ کس طرح سیاست میں داخل ہوتے ہیں، جائز ناجائز طریقوں سے ایکشن جیتنے ہیں اور اقتدار حاصل کرتے ہیں اور پھر حالات کو کس طرح اس نقطہ پر پہنچادیتے ہیں کہ مارشل لانگزیر ہو جاتا ہے، یہ ایسا نقش ہے جو ایشیا اور افریقہ کے نواز اد ملکوں پر صادق آتا ہے۔ خود ہم اپنے یہاں کی سیاسی زندگی کا عکس دیکھ سکتے ہیں "ٹائم" نے اس پر کیا خوب تبصرہ کیا ہے کہ اچھے کی کتاب ہزاروں صحافتی روپرتوں پر بھاری ہے۔ مگر زیادہ صحیح تبصرہ شاید یوں ہو گا کہ یہ ناول ایسی صحافتی روپرٹ جو اخباروں میں چھپنے والی ہزاروں، صحافتی روپرتوں پر بھاری ہے۔ ایک اچھی صحافتی روپرٹ میں جو خوبیاں ہوئی چاہئیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ مگر ایک اچھے ناول کے بیان میں جو تہہ داری ہوتی ہے اس کا سراغ یہاں مشکل سے ملے گا۔ ہاں Things Fall Apart میں ہم اس خوبی کو پاسکتے ہیں۔

اس ناول میں افریقہ اپنے تہذیبی طور پر بھرے پرے اور بھید بھرے قدیم کے ساتھ سانس لیتا نظر آتا ہے۔ یہاں ایک ایسے افریقی معاشرے کو ہم چیتی جاتی صورت میں دیکھتے ہیں جو اپنے قبائلی طور طریقوں، ریت رسموں، اور عقائد و خیالات میں مگن ہے۔ ابھی باہر کے کسی عقیدے، کسی تہذیب نے اس میں رخنہ زیادہ دور نہیں ہے۔ سفید فاموں کے سبز قدم آن پہنچتے ہیں۔ اور دراڑ کس ظالم طریقہ سے پڑی ہے کہ اس ناول کے مرکزی کروار و کونک و دوکی صورت یہ ہے کہ جیسے افریقہ اپنی قدامت اور ساری توانائی کے ساتھ اس میں مجسم ہو گیا ہو۔ مگر اس کا بینا ان سفید فاموں کے حلقة میں چلا جاتا ہے جو ایک نئے عقیدے کا پیغام لے کر یہاں پہنچے ہیں۔

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

سفید فاموں کا اثر و نفوذ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور ادھر دراڑیں پڑتی چلی جا رہی ہیں جیسے کہ پوری قبائلی زندگی بکھر رہی ہو۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ ادھر بیٹا عیسائی مشنریوں کے ساتھ مل کر ایک نئے عقیدے کا مبلغ بن جاتا ہے۔ ادھر بآپ اپنی قبائلی روایات کا علمبردار بن کر ایک سفید فام کو موت کے گھاث اتار دیتا ہے، اور یہ دیکھ کر کہ اس کے قبلہ میں اب جنگ کا حوصلہ نہیں رہا خود کشی کر لیتا ہے۔

مغربی فکشن نے اظہار کے جو مرحل طے کئے ہیں اور نہاد میں پیدا کی ہیں اور جن سے ہم نے بھی اچھا خاصا استفادہ کیا ہے ان کے اثرات تو اس ناول میں نظر نہیں آئیں گے یہ سیدھے سادھے حقیقت نگارانہ انداز میں لکھا ہوا ناول ہے جو چیز اسے موثر اور معنی خیز بناتی ہے وہ تجربے کی تازگی اور سچائی ہے۔ حقیقت نگاری کے اسلوب کو تو ہمارے یہاں بھی بہت برتاؤ گیا ہے مگر اچھے کی حقیقت نگاری ہماری حقیقت نگاری سے بہت مختلف ہے۔ ہمارا حقیقت نگار شروع اس تصور کے ساتھ ہوا تھا کہ جسے عقل قبول کر لے وہی حقیقت ہے۔ سو وہ محسوسات وہ عقائد، اور وہ تجربے جن کی عقلی توجیہ نہیں ہو سکتی تھی ان کو حقیقت نگاروں نے بالعموم درخواست اتنا نہیں جانا۔ اگر ذکر بھی کیا تو وہ ایک تصحیح، تمسخر اور طنز کے ساتھ۔

اچھے اپنی معاشرتی حقیقت کو مغرب کی بخشی ہوئی عقل سے دیکھنے اور سمجھنے کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔ اپنے معاشرے کے ان محسوسات اور ان تجربوں کو جنہیں ہمارے یہاں کا حقیقت نگار تو ہم پرستی کا نام دے گا اچھے نے اپنے حقیقت نگارانہ بیان میں بہت اہمیت دی ہے۔ اور اس موثر انداز میں ان کی تصویر یکشی کی ہے کہ اس کی حقیقت نگاری میں ایک اسلامی رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ جس معاشرے کو وہ بیان کر رہا ہے وہ خود ایک طلسمات کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ یہ پورا معاشرہ ایک ان دیکھی ان جانی طاقت کا مسکن ہے۔ ایک پروہت کے وسیلہ سے جو ہمیشہ عورت ہوتی ہے وہاں سے احکامات صادر ہوتے ہیں اور جب حکم صادر ہو جاتا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس سے سرتباں کرے۔ اس اثر میں آ کر اس معاشرے میں زندگی کا عمل ایک اسرار کا رنگ پکڑ لیتا ہے۔ اس اسرار کے بیان میں اچھے نے کسی قسم کے طرز تصحیح یا تمسخر کو رو انہیں رکھا ہے۔ وہ اس طور بیان کرتا ہے اور اس جذبے کے ساتھ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہمارے معاشرے ہماری تہذیب کی بھی اساس تھی۔ اسی میں ہمارے استحکام کا راز پوشیدہ تھا۔ سفید فاموں نے آ کر اس میں کھنڈت ڈال دی۔

اچھے کا یہ ناول افریقہ سے ہمارا صحیح معنوں میں تعارف کراتا ہے۔ اردو میں اس کے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ اردو ادب افریقہ سے ایک صحیح آدمی کے ذریعہ متعارف ہو رہا ہے۔



MashalBooks.com